سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۲۶

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۲۶

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : استحضارِ عظمتِ الٰہیہ

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۲؍جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۴؍اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ

مقام وعظ : ماریشس کا ساحل سمندر وماریشس کا جنگل

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۱؍فروری ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین ومحبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کو ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

ناظم شعبۂ نشرواشاعت
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

استحضارِ عظمتِ الٰہیہ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ وَ ذِكْرَكَ[1]

عشق و محبت بھی تابع شریعت ہو

یہ حدیثِ پاک کی دعا ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے کہ یااللہ! ہمارے دل کے وسوسوں کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنادے۔ اس دعا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کو اللہ کی یاد پر کیوں مقدم فرمایا؟ کیوں کہ جہاں یاد ہوتی ہے مگر خوف کم ہوتا ہے تو آدمی حدودِ شریعت سے نکل جاتا ہے، یہ جتنی بدعات ایجاد ہوئیں اس کی وجہ یہی ہے کہ عشق کا غلبہ ہوگیا اور خوف کم ہوگیا حالاں کہ عشق پابندِ خوفِ خدا ہے، وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی[2] عشق دوڑاتا ہے، عشق رفتار کو تیز کرتا ہے، جب عاشق اپنے محبوب کے پاس جاتا ہے تو اس کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے، وہ یَمْشِیْ نہیں ہوتا، یَسْعٰی ہوتا ہے یعنی دوڑتے ہوئے آتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی چال میں عشق کی وجہ سے تیزی تھی، سَعْی میں اور مَشْی میں فرق ہے، سَعْی میں آدمی جھپٹ کے چلتا ہے، عشق رفتار کو تیز کرتا ہے لیکن آگے ہے وَ ھُوَ یَخْشٰی[3] اور وہ ڈرتے ہوئے آرہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا حال ان کے ذوالحال کے لئے نازل فرمادیا کہ اپنے بزرگوں کے پاس جب تک رہو تو خوف بھی رہے، خوف

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی: ۱/۴۷۴ (۱۹۳۰)، المعاصر

[2] عبس: ۸

[3] عبس: ۹

دلیل عظمت ہے اور عشق دلیل محبوبیت ہے۔ اس لیے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے مسائل السلوک میں **تُوَقِّرُوْهُ** کے ذیل میں لکھا ہے کہ اپنے شیخ، مُربّی اور استاد کی محبت کو عظمت کے ساتھ جمع کرو۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے تکدّر سے، اس کی ناراضگی سے خوف بھی ہونا چاہیے کہ ہم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے میرے شیخ کا دل دُکھ جائے۔ اللہ کے حقوق میں کوتاہی پر جیسے ہی توبہ و استغفار کیا اللہ معاف کر دیتا ہے کیوں کہ اللہ کو ہمارے گناہوں سے نہ کوئی تکلیف ہوتی اور نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے لیکن بندوں کو تکلیف دینے سے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے **يَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ**[۴] اے وہ ذات جسے ہمارے گناہوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور نہ ہی ہماری مغفرت کرنے سے اس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مجرمین اور گناہ گار بندوں کو **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا**[۵] سکھایا کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں سکھایا کہ اے ہمارے رب! ہم نے آپ پر ظلم کیا اس لیے ہم کو معاف کر دیجیے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں **رَبَّنَا ظَلَمْتُكَ** نہیں سکھایا کہ اے ہمارے پالنے والے! ہم نے آپ کو جو تکلیف دی، جو نقصان پہنچایا اس پر ہمیں معاف فرما دے بلکہ اللہ تعالیٰ نے **اَنْفُسَنَا** سکھایا ہے کہ ہم نے خود اپنے پیر پر کلہاڑی ماری ہے۔

دستِ ما چو پائے ما را می خورد
بے امانِ تو کسے جاں کے برد

ہمارا ہاتھ ہمارے پیر کو کھا رہا ہے، آپ کی امان کے بغیر کوئی اپنی جان کو سلامتی سے آخرت کی منزل تک نہیں لے جا سکتا، اگر آپ سلامتی اور امن کے ساتھ ہماری کشتی پار نہیں کریں گے تو ہماری کشتی ڈوب جائے گی۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں توبہ و استغفار کافی ہے لیکن بندوں کے حق میں ان سے معافی

---

۴ شعب الایمان للبیہقی: ۵/۴۶۵ (۷۳۰۵) ھذا دعاء ابی بکر الساسی، فصل فی قراءۃ القرآن بالتفخیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵ الاعراف: ۲۳

مانگو، اگر مال لیا ہے تو مال واپس کرو، غیبت کی ہے تو اگر اس کو اطلاع ہو جائے تب اس سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ جیسے ری یونین میں آپ نے کسی کیپ ٹاؤن والے کی غیبت کی تو اب کیپ ٹاؤن جاکر اس سے معافی مانگنا واجب نہیں ہے، جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہو جائے کہ میری غیبت ان کو معلوم ہو گئی، جب غیبت کا علم ہو گا تبھی تو اس کو تکلیف ہو گی اور اس کا حق بنے گا، جب اس کو خبر ہی نہیں ہو گی تو اس کا حق نہیں بنا، اب جس مجلس میں غیبت کی ہے وہاں تردید کر دو کہ ہم سے غلطی اور نالائقی ہو گئی، جن لوگوں کے سامنے اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا ان سے کہہ دو کہ بھئی ہم نے بہت بے وقوفی اور نالائقی کی، معلوم نہیں اللہ کے یہاں ان کا کیا درجہ ہے۔ جس کی بھی غیبت کو دل چاہے فوراً مراقبہ کرو کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ کے یہاں مقبول ہو اور اپنے لیے یہ سوچو تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ[۱] کہ ہو سکتا ہے ہمارا کوئی عمل ایسا ہو گیا ہو کہ ہم نے اس کو معمولی سمجھا ہو اور وہ اللہ کے یہاں عظیم گناہ ہو۔ اس مراقبہ سے آپ اپنے کو کسی سے بہتر نہیں سمجھیں گے اور کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھیں گے اور اللہ کو اپنے بندوں کی یہی ادا پسند ہے کہ میرا بندہ کسی بندے سے اپنے کو بہتر نہ سمجھے اور کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھے، یہی تصوف ہے اور یہی تعلق مع اللہ کی حدود ہیں اور اللہ کی رضا اور خوشنودی کے طریقے ہیں۔ جس کو یہ سب فکر نہ ہو پھر وہ سالک نہیں جانور ہے۔

اصلی پاسِ انفاس کیا ہے؟

اللہ کا راستہ بہت حسّاس اور نازک ہے کیوں کہ سالک کی ہر وقت اللہ پر نظر ہوتی ہے کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ پاک ہم سے ناراض ہو جائے، جس کو خوفِ ناراضگی اور خوفِ يَجُوْزُ وَ لَا يَجُوْزُ نہ ہو وہ عجوز ہے یعنی بڑھیا ہے۔ سلوک اس کا نام ہے کہ ہر وقت چوکنا رہو کہ کوئی نامناسب حرکت نہ ہو جائے، ہر سانس پاسِ انفاس حاصل ہو، اصلی پاسِ انفاس یہی خوف ہے، پہلے زمانے کے بزرگوں نے جو پاسِ انفاس بتایا تھا وہ اب اس زمانے میں جائز نہیں ہے اور یہ عدمِ جوازِ حکم شریعت نہیں ہے، یہ حکم طریقت ہے کیوں کہ اِس زمانے

[۱] النور:۱۵

میں زیادہ ذکر کرنے سے دماغ میں خشکی بڑھ جاتی ہے جب کہ وہ زمانہ بہت ہی قوی لوگوں کا تھا، اب ہر وقت یہ تصور کرنا کہ میری ہر سانس سے لَآ اِلٰہَ نکل رہا ہے اور اِلَّا اللہُ اندر جارہا ہے، اس تصور سے بھی خشکی بڑھ جائے گی، بس اپنی ہر سانس میں یہ خیال رکھو کہ میری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مصروف نہ ہو تو پاسِ انفاس ہو گیا۔ پاس معنیٰ خیال رکھنا ہے، جیسے کہتے ہیں کہ بھئی! ہمارا پاس رکھنا یعنی پاسبانی، نگہبانی، خیال رکھنا اور دیکھ بھال کرنا۔ اور انفاس نَفَس کی جمع ہے، نَفَس سانس کو کہتے ہیں۔

کسی وقت اللہ سے غافل نہ ہو، جیسے جہاز میں بیٹھو تو یہ مراقبہ رکھو کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور میرا ہر لفظ نوٹ ہو رہا ہے، مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ[ے] ہمارا لفظ لفظ لکھا جارہا ہے۔ اب بتایئے! جس کے ساتھ اتنی بڑی سی آئی ڈی (CID) لگی ہوئی ہے کہ وہ جو کچھ بول رہا ہے وہ لکھا جارہا ہے، کسی معشوق اور محبوب سے حرام گفتگو کے دوران جو لفظ نکلتے ہیں وہ فوراً نوٹ ہو رہے ہیں، ایسے ہی ایئر ہوسٹس سے جو گفتگو نکلتی ہے وہ سب نوٹ ہو رہی ہے کہ اس لفظ میں کہیں آمیزشِ نفس تو نہیں ہے اور ایئر ہوسٹس میں بعض تو بہت ہی زیادہ وائٹ کلر کی ہوتی ہیں مگر ان میں نمک نہیں ہوتا، خالی کلر سے کیا ہوتا ہے، ان کا ڈیزائن اور ان کا جغرافیہ اچھا نہیں ہوتا یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ہمارے نفس کو اس سے مجاہدہ ہو اور بعض کالی ہوتی ہیں مگر کالی بلا ہوتی ہیں، بات چیت کرنے میں ان کا جغرافیہ پُر کشش ہوتا ہے، تو حسینوں کے کالے یا گورے رنگ پر نظر نہ رکھو بلکہ یہ خیال رکھو کہ ان پر نظر نہ پڑنے پائے۔ ہم کو اپنے نفس پر کیسے اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایئر ہوسٹس کو دیکھ کر ہم یہ کہیں کہ یہ لے آؤ، وہ لے آؤ اور نفس اس کے چہرے کا نمک چوری نہ کرلے، یہ ناممکن ہے۔

ساری دنیا کی خانقاہوں میں جاکر پوچھو کہ پاسِ انفاس کیا ہے؟ وہ یہی کہیں گے ہر سانس میں ذِکر جاری ہو، سانس جب اِن (In) ہو یعنی اندر داخل ہو تو یہ خیال کرو کہ اس سانس سے لَآ اِلٰہَ نکل رہا ہے اور جب ایگزٹ (Exit) ہو یعنی باہر نکلے تو یہ خیال کرو کہ اس سانس سے اِلَّا اللہُ اندر داخل ہو رہا ہے۔ مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان یہ ہے کہ اس زمانے میں

ے ق:۱۸

صحت ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس طرح ذکر کرسکے ورنہ دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہوجائے گی، پھر غصہ آنے لگے گا، بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہوجائے گی، گاہک سے بھی لڑائی شروع ہوجائے گی، غیر شعوری طور پر غیر معتدل ہوجائے گا اور اس کو پتا بھی نہیں چلے گا، غیر معتدل انسان صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا لہٰذا ہر شیخ کو تھوڑا بہت طبیب بھی ہونا چاہیے تاکہ مرید کی صحت کی محافظت ہوسکے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں پاسِ انفاس کا ذکر مت کرو۔ تو اب ہمیں پاسِ انفاس کیسے نصیب ہوگا؟ ہر سانس میں یہ خیال رکھو کہ یہ سانس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ یہ شخص بہت باوفا ہے کہ اپنی زندگی کی انفاس کو خالق انفاس پر فدا کرتا ہے، خالق نفس و انفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ ہماری سانس جو ذریعۂ بقائے حیات ہے اگر ہماری سانس رک جائے تو زندگی رہے گی؟ جو شخص اپنی ہر سانس کو یعنی بنیادِ حیات کو اور اساسِ حیات کو اور بقائے حیات کو خالق حیات پر فدا کر رہا ہے اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر تم کون سے صدیق اور کون سے ولی اللہ کو تلاش کرتے ہو؟

جو بندہ اپنی ہر سانس کا ہر وقت خیال رکھتا ہے کہ میری کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی ناخوشی اور ناراضگی کے راستے سے کوئی حرام خوشی امپورٹ تو نہیں کررہی ہے، میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں تو مبتلا نہیں ہورہی ہے، تو یہ شخص اپنے اللہ سے مخلص اور باوفا ہے۔

بتاؤ بھئی! اللہ تعالیٰ کے باوفا بننا چاہتے ہو یا بے وفا بننا چاہتے ہو؟ اگر اللہ کے بے وفا ہو تو دنیا میں تمہیں کس کی وفا کام آئے گی؟ میں سوال کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص اللہ سے بے وفا ہوگیا اور حرام لذّت لے رہا ہے تو دنیا میں کوئی ایسا باوفا بتادو جو اللہ کا بے وفا ہو اور تمہارے ساتھ باوفا ہو۔ یہ تو اللہ کی ستّاری اور پردہ پوشی ہے جو ہمارے دل کی گندگی کو مخلوق پر ظاہر نہیں ہونے دیتے ورنہ اگر ایئرہوسٹسوں کو معلوم ہوجائے کہ یہ شخص اپنے دل میں میرے لیے گندے گندے خیالات پکا رہا ہے تو آپ سوچئے کتنی لڑائیاں شروع ہوجائیں گی۔ جو اللہ سے الگ ہوا اس کی خیریت نہیں ہے، دونوں جہاں، آسمان و زمین اس پر گرسکتے ہیں، اس سے زیادہ خسارے میں کوئی نہیں ہے۔ کسی عربی شاعر نے کہا ہے؎

بِکُلِّ شَیۡءٍ اِذَا فَارَقْتَہٗ عِوَضٌ
وَلَیۡسَ لِلّٰہِ اِنۡ فَارَقْتَہٗ مِنۡ عِوَضٍ

ہر وہ چیز جو تم سے جدا ہو جائے اس کا بدل موجود ہے لیکن اگر تم اللہ سے دور ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بدل نہیں ہے، پھر تمہارے گھاٹے اور خسارے کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔

تعلق مع اللہ کی دولت تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے

اگر اپنے ایمان کی سلامتی چاہتے ہو اور اپنے تعلق مع اللہ کی حفاظت چاہتے ہو اور اپنی دولتِ احسانی اور نسبت کی حفاظت چاہتے ہو تو نظر پر بالکل تالا لگالو۔ یہ پرچہ بظاہر مشکل ہے کہ پھر ہم ایئر ہوسٹسوں سے بات کیسے کریں گے، وہ ہم کو کھانا اچھا نہیں دے گی۔ تو سب آسان ہو جاتا ہے، اگر آپ ارادہ کرلو تو اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ارادے میں بامراد کردیں گے، دنیاوی ارادوں میں تو بامراد ہونا لازم نہیں ہے مگر جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس کو مراد مل کر ہی رہتی ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

جب سے زمین و آسمان بنے ہیں اور جب سے دنیا میں انسان آئے ہیں، اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں گزرا جس کو اللہ نہ ملا ہو، دنیا میں اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے اس کے حال پر نظر عنایت نہ فرمائی ہو تو اے میرے سردار! تمہارے اندر اللہ کی محبت کا درد نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق معمولی نعمت نہیں ہے، تعلق مع اللہ اتنی بڑی دولت ہے کہ زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے، سورج اور چاند سے زیادہ قیمتی ہے اور سلطنت و بادشاہت سے زیادہ قیمتی ہے۔ اللہ سے تعلق ہونا اور اللہ کو راضی رکھنا اتنی بڑی دولت ہے کہ اس پر جتنی جان فدا کی جائے کم ہے۔ سموسہ، پاپڑ اور چائے کی رنگینیاں اور خوبیاں اس دولت کے آگے کیا چیز ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔

تو ان ایئر ہوسٹسوں سے نظر نیچی کر کے بات کرو، پھر جو اللہ کو منظور ہو کھالو، تقویٰ

کی حدود میں جو کھانا ملے کھالو۔ ہمارا پیٹ پابندِ حدودِ تقویٰ ہے، جس کا بطن تابع باطن ہو پھر کیا پوچھتے ہو، پھر تو اس کا بطن بھی باطن ہے، اس کا معدہ اس کا قلب ہے کیوں کہ قلب میں جو خشیت ہے وہ اس کے تابع ہے، اس کا معدہ ایسا نہیں ہے کہ کھانے پینے کے لیے سارے قانونِ الٰہی توڑ کر جو چاہے کھالے۔ نفس کا مزاج چور ہے، فوراً حسینوں کا حرام نمک چرالیتا ہے لہٰذا اس کی ہر وقت نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے، یہی اصلی پاسِ انفاس ہے۔

وسوسوں کا علاج

میں نے بیان کے شروع میں حدیثِ پاک کی جو دعا پڑھی تھی کہ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ** تو قلب کا لفظ بتاتا ہے کہ وساوس کا تعلق قلب سے ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف عدم التفات ہے۔ حضرت نے اس پر قسم کیوں کھائی؟ یہ ترحم اور غلبۂ شفقت ہے کہ امت میری بات کو تسلیم کرلے ورنہ قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے، حضرت نے کسی کا کوئی مال لیا ہوا تھا کہ خدا کی قسم کھارہے ہیں، یہ **تَرَحُّمٌ عَلَی الْاُمَّۃِ** ہے، امت پر شفقت اور محبت ہے۔ اسی لیے فرماتے ہیں کہ واللہ! خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف عدم التفات ہے یعنی ان کی طرف توجہ نہ کرو، نہ جلباً نہ سلباً یعنی وسوسوں کو خود سے لاؤ بھی نہیں اور انہیں دھکا بھی نہ دو جیسے بجلی کا ننگا تار ہے اگر اسے دھکا دیا تب بھی لپٹ جائے گا۔ بس ان وسوسوں کو یوں سمجھ لو کہ جیسے کوئی شاہراہ پر چل رہا ہے، سپر ہائی وے پر چل رہا ہے، اس شاہراہ پر بادشاہ بھی جارہا ہے، کتا بھی جارہا ہے، گدھا بھی جارہا ہے، بھنگی بھی جارہا ہے، ایسے ہی دل میں ہر وقت طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں لہٰذا ان کی طرف توجہ ہی مت کرو۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی وساوس کا ہجوم ہوتا ہے اور آدمی چاہتا ہے کہ تمام وساوس دفع ہوجائیں تو اس وقت یہ مراقبہ کرو کہ اللہ اکبر! کیا شان ہے اللہ کی کہ چھوٹا سا دل ہے مگر فکر اور وسوسوں کا سمندر چلا آرہا ہے، واہ رے میرے مالک کیا شان ہے آپ کی! سمندر کتنا بڑا ہے مگر ہمارے دل میں آرہا ہے، آسمان کتنا بڑا ہے مگر ہمارے دل میں موجود ہے، جنوبی افریقہ کتنا بڑا ہے جس میں لینیشیا بھی موجود اور آزادوِل بھی

موجود ہے، تو یہ دل چھوٹا سا ہے مگر اس کا میٹیریل اور اس کی شان اللہ تعالیٰ نے عجیب بنائی ہے کہ مولائے کائنات بھی اس میں مثل مہمان کے آجاتا ہے۔

در فراخِ عرصۂ آں پاک جاں
تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! جانتے ہو کہ اللہ والوں کی پاک جانوں کی وسعت کتنی ہے، اور پاک جانیں کون ہیں؟ جو اللہ کی ناراضگی سے بچتی ہیں، ان کی جانیں پاک ہیں اور جو خدا کی ناراضگی سے نہیں بچتے، اپنے نفس کو امام بنائے ہوئے ہیں ان کے نفس کو حرام مزہ ملا اور انہوں نے اس حرام مزے کے چکر میں اللہ کو بھلا دیا، یہ ناپاک جانیں ہیں۔ اور ان اللہ والوں کے قلب کی وسعت کتنی ہوتی ہے؟ اللہ والوں کی پاک جانوں کے قلب کی وسعت اتنی ہوتی ہے کہ ساتوں آسمان کو اپنے اندر سمولے۔

اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہمیں یہ علم عظیم عطا فرمایا ہے کہ یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ وَ ذِكْرَكَ اے اللہ! ہمارے دل کے وَساوِس کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنا دے۔ یہاں خوف کو مقدم فرمایا کیوں کہ بغیر خوف کے عشق غیر مقبول ہو سکتا ہے، اگر عاشق حدودِ شریعت سے نکل گیا تو عشق ہے مگر غیر مقبول ہے، وہ عاشق بھی غیر مقبول ہے، اس کی ادائے محبت اور ادائے عشق کا زمانۂ عشق سب غیر مقبول ہے۔ اس لیے اللہ کا خوف اللہ کی محبت پر غالب رکھو۔ اور قلب فرمایا، تو معلوم ہوا کہ قلب وہ جگہ ہے جہاں وساوس کا ہجوم رہتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! وسوسوں کا علاج صرف عدم التفات ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت جا رہی تھی، جنگل میں ایک گڑھا ملا، وہ دہ در دہ نہیں تھا یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا گڑھا نہیں تھا، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کہا کہ یہاں تو کتے اور بھیڑیے سب پانی پیتے ہوں گے، یہ پانی تو ناپاک ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پانی پاک ہے کیوں کہ پانی کی اصل طہارت طاہر ہونا ہے اور اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّكِّ[۸] یقین کو یقین ہی

---

۸ اصول البزدوی: ۱/۳۶۷ کتاب اعلام الاخبار و تاج التراجم

توڑ سکتا ہے ظنیت اور غیر یقینی چیز نہیں توڑ سکتی لہٰذا یہ پانی پاک ہے۔

وضو کے بارے میں وسوسے

اسی طرح بعض لوگ وضو کے بارے میں شبہ میں مبتلا رہتے ہیں کہ میرا وضو ٹوٹ گیا، حالاں کہ جب تک قسم نہ کھاسکو کہ اللہ کی قسم! میرا وضو ٹوٹ گیا اس وقت تک وضو ہے کیوں کہ وضو کا کرنا یقینی ہے، عَلٰی سَبِیْلِ الْیَقِیْنِ ہے یعنی یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ میں نے وضو کیا تو یقینی وضو کو ظن اور شک نہیں توڑ سکتا۔ لہٰذا جب تک وضو ٹوٹنے کا اتنا یقین نہ ہو کہ قسم کھاسکے اس وقت تک وضو ہے۔ تو شیطان ہر وقت وسوسے ڈالتا رہتا ہے لیکن جب عدم التفات دیکھتا ہے تو فوراً بھاگ جاتا ہے کہ یہاں تو چائے پانی کچھ نہیں ہے۔

موت کے وقت شیطانی وسوسے

اگر مرتے وقت شیطان کہے کہ کہاں جارہے ہو بڑے میاں! اللہ میاں ہیں بھی یا یہ سب ایسے ہی ہے؟ تو فوراً اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ پڑھ لو۔ جامع صغیر میں یہ حدیث ہے کہ اے اللہ! میں ایمان لایا آپ پر اور آپ کے رسولوں پر۔ بس آپ بالکل ایمان کے ساتھ جائیں گے ان شاء اللہ، چاہے وسوسہ چپکا ہی رہے۔ اسی طرح سڑک پر جارہے ہیں یا ایئرہوسٹس کی طرف میلان ہورہا ہے، کفر کا وسوسہ ہو یا گناہِ کبیرہ کا وسوسہ ہو، فوراً کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ تو کفر اور کبیرہ گناہ کے سب وسوسے ختم ہوجائیں گے اور آپ اس کلمہ کی برکت سے پکے مؤمن رہیں گے۔ اس کلمہ میں یہ خاصیت ہے کہ یہ وساوس کو ختم کردیتا ہے۔ دنیا کی ڈی ڈی ٹی (DDT) میں ملاوٹ ہوسکتی ہے، کمپنی ملاوٹ کرسکتی ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا ڈی ڈی ٹی ہے جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا گیا کہ اگر شیطان تم کو تنگ کرے تو اس کی کھوپڑی پر یہ کلمہ ڈال دو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ بس سارے وساوس ختم ہوجائیں گے، یہ آسمانی ڈی ڈی ٹی ہے۔

حصولِ دین کے لیے مجاہدات کی اہمیت

یہ سفر جو آپ لوگوں نے کیا ہے، کوئی ری یونین سے اور کوئی جنوبی افریقہ سے آیا

ہے تو بتاؤ کہ اللہ کے لیے آئے ہو یا نہیں؟ لٰہذا سبق سیکھ لو، میں وہی سبق سکھا رہا ہوں جو میں نے سیکھا ہے اور بڑی مشقت سے سیکھا ہے، آپ لوگوں نے تو سموسے، پاپڑ اور ہر وقت نعمتوں میں رہ کر سیکھا ہے مگر ہم نے بہت مصائب کے ساتھ سیکھا ہے لیکن اللہ نے ان مصائب کو لذیذ فرما دیا تھا، میری خانقاہ میں بعض ایسے احباب ہیں کہ اگر ان کو چائے نہ ملے تو کہتے ہیں کہ رگ کھڑی ہوگئی، ٹک ٹک کر رہی ہے اور چکر آرہا ہے، سر میں درد ہے۔ اور میں نے اس طرح اللہ کی محبت سیکھی کہ صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہتا تھا اور یہ ایک آدھ دن یا ایک مہینہ کی بات نہیں تقریباً دس سال میں نے اپنے شیخ کے ساتھ بغیر ناشتے کے گزارے ہیں۔ آپ سوچو کہ مجھے اپنے شیخ سے کتنی محبت تھی ورنہ بھاگ جاتا کہ یہ عجیب خانقاہ ہے، یہاں تو پیٹ کی کچھ فکر ہی نہیں ہے مگر میں ایک نظر اپنے شیخ کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا شیخ حاصل کائنات ہے۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہیں
اگر صحرا میں ہیں پھر بھی چمن ہیں

حضرت جنگل میں رہتے تھے مگر وہ جنگل بھی مجھ کو گلستاں معلوم ہوتا تھا۔

اللہ کے عاشقوں کی مراد صرف اللہ ہے

مرید کا فرض ہے کہ ہر وقت اس آیت کا مراقبہ کرے یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ بتاؤ! ہماری یہ سانس یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ ہے یا نہیں؟ قرآن کا صرف یہی حق تھوڑی ہے کہ اس کی تلاوت کرلو، بھئی! اس پر عمل بھی تو کرو۔ مرید اگر ہر وقت مرید ہے، حالاً و استقبالاً مرید ہے تب وہ اصلی مرید ہے کیوں کہ یُرِیۡدُوۡنَ میں مضارع ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ جس کے دل میں حالاً و استقبالاً ہر وقت اللہ مراد ہو، ایئر ہوسٹس سامنے آئے تو بھی یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا مرید ہوں، میرے دل میں اللہ مراد ہونا چاہیے۔ بتایئے! غیر اللہ کو مراد بنانے والا اور غیر اللہ کا ارادہ کرنے والا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ ہے یا اس دائرے سے خارج ہے؟ اس آیت کے بارے میں یہ بہت عظیم الشان علم عطا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ سمندر کے کنارے یہ علم عطا فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی شان بیان فرمارہے ہیں یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ، مطلب یہ ہے کہ یہ حالاً و استقبالاً ہر وقت مجھے اپنی مراد رکھتے ہیں، یہ اللہ کے عاشقوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اُن کے ذوالحال کے لیے ہر وقت مقید ہے یعنی وہ اللہ کے عشق و محبت میں ہر وقت گرفتار ہیں اور ایسے گرفتار ہیں کہ اپنی قید سے آزاد نہیں ہونا چاہتے۔

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مگر اس قید کی میعاد ہے، وَ اعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ[۹] جب موت آجائے تو بس اب چھٹی، پھر تو مزے ہی مزے ہیں، سب مجاہدہ ختم، مجاہدۂ بندگی ختم۔

دوستو! اختر سمندر کے کنارے یہ مضمون پیش کررہا ہے کہ ہم سب لوگ کوشش کریں، عہد کریں اور ارادہ کریں کہ کسی بھی وقت ایسا نہ ہو کہ ہمارے قلب میں اللہ مراد نہ ہو اور یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ کے دائرے سے ہمارا خروج ہو جائے۔ جس وقت کوئی بد نظری کرتا ہے، کسی کالی یا گوری کو دیکھتا ہے یا کوئی حرام کام کرتا ہے تو اس وقت یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ کے دائرے سے اس کا خروج ہے۔ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ کا ترجمہ کیا ہے؟ کہ میرے خاص بندے ہر وقت مجھ کو مراد رکھتے ہیں اور آیندہ بھی مجھ کو مراد رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ترجمے ہوگئے، حال کا بھی اور استقبال کا بھی، فعل مضارع میں حال اور مستقبل دونوں زمانے ہوتے ہیں۔ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ[۱۰] میرے بندے اپنے رب کو یاد بھی کرتے ہیں۔ اللہ نے یہاں محض یاد کو کافی نہیں فرمایا کہ بس ہر وقت میرا ذکر ہی کرتے رہو بلکہ یہ فرمایا کہ مجھ کو ہر وقت اپنی مراد بھی بناؤ، میرے علاوہ کسی چیز کا ارادہ بھی نہ کرو اِلّا یہ کہ وہ ارادہ میری مرضی کے تابع ہو، یہاں کھانا پینا مراد نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کھاتے ہیں تاکہ جان بنے تو جان اللہ پر فدا کریں، اگر کوئی شخص اپنے بکرے کو اچھا کھلاتا ہے تاکہ قربانی کے زمانے میں اس کی قربانی کرے تو بکرے کو بڑھیا مال کھلانے کا ثواب ہے یا

۹؎ الحجر:۹۹

۱۰؎ الانعام:۵۲

نہیں؟ کیوں کہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ بکرا تگڑا ہو جائے اور خوب مضبوط ہو جائے تو میں اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی کے دن قربانی کروں گا۔ تو اپنے نفس کو بھی اس نیت سے اچھا کھلائے کہ اس سے خوب عبادت کرائیں گے، خوب محنت کرائیں گے اور اسے اللہ پر فدا کریں گے لیکن جو بکرے کو اچھا کھلائے تو اس پر فرض ہے کہ اس کو زہر کھلانے سے بھی بچائے۔

جو کہا گیا اور سنا گیا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے اور اللہ ہی کا سہارا ہے، سچ کہتا ہوں مجھے اپنی تقریر کا بھی سہارا نہیں ہے، اللہ! آپ ہی کے کرم کا سہارا ہے، آپ کی یاری کا ہی سہارا ہے، ہماری اشکباری اور آہ وزاری بھی آپ کی محتاجِ یاری ہے، اگر آپ توفیق نہ دیں تو یہ نعمت ہم کو نہ ملے۔ اے اللہ! ہم سب بے وطن ہیں، اپنے گھر اور بال بچوں سے دور ہیں، ہم سب آپ ہی کے لیے اپنے گھروں سے دور ہیں، ہم بے وطنوں اور غریب الوطنوں پر آپ اپنی رحمت کی بارش فرما دیجیے اور سمندر جو آپ کی اتنی عظیم مخلوق ہے اپنی اس خلاّقیتِ عظمیٰ کے صدقے میں ہم بچھڑوں کو معاف بھی فرما دیجیے اور پاک بھی فرما دیجیے اور اس پاکی پر دوام بھی نصیب فرمائیے اور ہمیں ایسا ایمان و یقین اور اپنی محبت نصیب فرما دیجیے کہ اے خدا! ہم سب کی ہر سانس آپ پر فدا ہو، ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض کر کے گناہوں کا زہر نہ کھائیں، آپ کے ذِکر کی غذا کھائیں اور حلال نعمتیں بھی کھائیں مگر اپنے دل میں آپ کو ناراض کر کے کوئی حرام خوشی نہ لائیں کیوں کہ اس میں برکت نہیں ہے، اللہ کی ناراضگی میں کیسے برکت ہو سکتی ہے؟

بس دوستو! یہی ایک عمل کر لو کہ عمل نہ کرو، یہی ایک کام کر لو کہ کام نہ کرو، یہی ایک مجاہدہ کر لو کہ مجاہدہ نہ کرو یعنی گناہ کی تکلیفیں نہ اٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ نسبتِ اولیائے صدیقین بنا دے جو اولیاء اللہ کا سب سے آخری مقام ہے جس کے آگے پھر نبوت شروع ہوتی ہے۔ اے خدا! ہم سب کو ولایت کے اس دروازے تک پہنچا دے جو آپ نے کھولا ہوا ہے، ہم اپنی نالائقی سے آپ کے کھولے ہوئے دروازے تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔ آپ ہم سب کو ہمت و توفیق دیجیے کہ ہم آپ کی رحمت سے اولیائے صدیقین کی خطِ منتہا تک رسائی حاصل کر لیں، اور ایک لمحہ بھی نہ میں آپ کو ناراض کروں، نہ میری اولاد آپ کو ناراض کرے، نہ میرے احباب آپ کو ناراض کریں کیوں کہ مجھے غم ہوتا ہے اور ہر

مؤمن کو غم ہونا چاہیے، اگر اس کا دوست خدا کو ناراض کر رہا ہو تو اسے افسوس ہونا چاہیے یا نہیں؟ اگر بچہ بھی اللہ کو ناراض کر رہا ہو تو بچے سے کہو کہ بیٹا! اللہ کو ناراض نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو، ہماری اولاد کو، ہمارے احباب کو، حاضرین کو، غائبین کو اور پوری اُمتِ مسلمہ کو اپنی رحمت سے اس نعمت سے نوازیئے، کافروں کو بھی ایمان نصیب فرمایئے اور اگر ان کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو ان کے شر سے امتِ مسلمہ کو محفوظ فرمایئے اور چیونٹیوں پر رحم فرمایئے بلوں میں، پرندوں پر رحم فرمایئے فضاؤں میں اور آشیانوں میں اور دیگر حیوانات پر رحم فرمایئے جنگلوں میں اور صحراؤں میں، یا اللہ! تمام مخلوق پر رحم فرمایئے۔

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

اے اللہ! ہمیں جدائی کا دن نہ دکھایئے، جس جان کو آپ نے اپنی ذاتِ پاک کی لذّتِ قرب دی ہے اس کو عذابِ دوری نہ دیجیے، آمین۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختر

(ماریشس کے جنگل میں)

دیکھو! یہ عورتیں جو انتہائی خراب لباس پہنے پھر رہی ہیں ان کو یوں سمجھو جیسے گوبر کے اوپر سونے کا ورق لگا ہوا ہے، ان کی طرف جاؤ بھی مت، اپنے قلب کو بچانے کے لیے ان کی طرف تصور بھی مت لے جاؤ، ان کو دیکھو بھی مت۔ بس جو سانس اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور تقویٰ سکھانے میں گزر جائے یہ گھڑی افضل ہے، جو گھڑی جنگل میں خدا کا خوف اور تقویٰ سکھانے میں اور گناہ سے بچنے کی وفاداری سکھانے میں گزر جائے وہ گھڑی افضل ہے۔

اگر کسی فیکٹری کا ملازم مزدوروں کو مالک کے ساتھ وفاداری سکھا رہا ہو تو مالک کہے گا کہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھو، اس کی شادی بیاہ بھی کرا دو، اس کا مکان بھی بنوا دو۔ تو حق تعالیٰ ایسے بندوں کو کتنا دے گا جو اللہ تعالیٰ کے غلاموں کو مالک کی وفاداری سکھا رہے ہیں اور بے وفائی سے حرام لذّت کی امپورٹنگ کو منع کر رہے ہیں۔

اللہ کا اصلی بندہ وہ ہے جو عظمتِ الٰہیہ سے دبا ہوا ہو، عظمتِ الٰہیہ کا ہر وقت ایسا استحضار ہو جیسے سر پر پہاڑ رکھا ہوا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب عظمتِ الٰہیہ غالب ہوگی تو نماز میں مزہ بڑھ جائے گا، وہ نماز میں دبا کھڑا ہے، رکوع میں دبا جھکا ہے، سجدہ میں دبا پڑا ہے۔ یہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کے جملے ہیں کہ اللہ کی عظمت کا ایسا غلبہ ہے کہ کھڑا ہوا ہے تب بھی دبا ہوا ہے، دبا کھڑا ہے اور رکوع میں عظمتِ الٰہیہ سے دبا جھکا ہے اور سجدہ میں دبا پڑا ہے۔

اولیائے صدیقین کا مقام

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے صدیقین میں سے تھے۔ میں نے حضرت کو دیکھا کہ ہمیشہ نظریں جھکا کر چلتے تھے، بس تھوڑا سا سامنے دیکھتے تھے نہ اِدھر دیکھتے تھے نہ اُدھر، یہ میرا دس سال کا مشاہدہ ہے، حضرت جس بازار سے لاکھوں دفعہ گزرے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ مٹھائی کی دکان ہے یا کپڑے کی، ہمیشہ باوضو تلاوت کرتے ہوئے بخاری شریف پڑھانے مدرسہ جاتے تھے، حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی مجھ پر ایسی کیفیت

طاری ہوتی ہے کہ میں نے دوماہ تک مارے ڈر کے آسمان نہیں دیکھا، اللہ کی عظمت اتنی غالب ہوئی کہ میں آسمان کی طرف دیکھ نہیں سکا، اتنی ہیبت طاری ہوتی تھی کہ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی بادشاہ آرہا ہے۔

حضرت نے اپنے شیخ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا خط پڑھ کر اپنی مجلس میں سنایا کہ اعظم گڑھ سے ایک خط آیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ جب میں زمین پر چلتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ یہ صاحب اس زمانے کے صدیقین کا ایمان رکھتے ہیں کہ جس کو دنیا کی زمین آخرت کی زمین معلوم ہو۔ جب حضرت تھانوی کسی کام سے گھر چلے گئے تو ضلع سلطان پور کے حاجی عبد الواحد صاحب نے چپکے سے اس خط کو دیکھ لیا۔ ایک مرتبہ میرے شیخ نے مجھے سلطان پور ایک کام سے بھیجا تو حاجی عبد الواحد صاحب نے مجھے بتایا کہ میں تمہارے شیخ مولانا عبد الغنی صاحب کا ایک مقام بیان کرتا ہوں اور پھر سارا قصہ سنا کر کہا کہ میں نے خط دیکھا تو اس میں تمہارے شیخ کا نام لکھا ہوا تھا۔

شیخ کی صحبت حصولِ تقویٰ کا سبب ہے

اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ جب شیخ کے ساتھ رہو، پیر کے ساتھ رہو، مُربّی کے ساتھ رہو تو علم کے اضافہ کے لیے مت رہو اگرچہ علم حاصل ہو مگر نیت یہ نہ کرو بلکہ نیت یہ ہونی چاہیے کہ استحضارِ عظمتِ الٰہیہ، عطائے کیفیتِ احسانیہ اور بقائے کیفیتِ احسانیہ اور ارتقائے کیفیتِ احسانیہ حاصل ہو ورنہ ایک آدمی جو صرف ملفوظات نوٹ کرتا ہے وہ کہے گا کہ شیخ کے پاس کیا ہے؟ وہاں تو ہر وقت یہی بیان ہوتا رہتا ہے لہٰذا الفاظ کو مت دیکھو، تکرارِ علم کو مت دیکھو، تقویٰ کو دیکھو اور اپنے علم کو دیکھو کہ میرا کتنا علم عمل سے مقرون ہے اور کتنا علم عمل سے محروم ہے، کیفیتِ احسانیہ اور تعلق مع اللہ کی قوت معلوم کو معمول بناتی ہے، یہ ہمارے علم کو عمل تک پہنچاتی ہے، یہ پیٹرول ہے، روشنی ہے، راستہ دیکھ تو رہے ہیں مگر موٹر میں پیٹرول نہیں ہے، روشنی تو ہے، راستہ نظر تو آرہا ہے کیوں کہ علم ہمیں راستہ دکھاتا ہے مگر ہمیں عمل تک اللہ والوں کی صحبت پہنچاتی ہے۔ قطب العالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ہے کہ ہم حاجی صاحب کے پاس علم لینے نہیں گئے تھے، ہم وہاں اس لیے گئے تھے کہ جتنا علم حاصل ہے اُس پر عمل نصیب ہو جائے۔ ہم جہاں جہاں عمل میں کمزوری محسوس کرتے تھے حاجی صاحب کی برکت سے ہماری بیٹری چارج ہو جاتی تھی اور کمزوری دور ہو جاتی تھی۔ لہٰذا شیخ کے پاس عمل کے لیے رہو کہ قوتِ عمل پیدا ہو ورنہ معلومات تو سب کے پاس ہیں، کتنے ایسے ہیں کہ جامع الملفوظات ہوئے مگر عامل الملفوظات نہیں ہوئے، جامع الملفوظات تو ہیں کہ شیخ کی ہر بات نوٹ کر رہے ہیں مگر عامل الملفوظات نہ ہوسکے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جیسے خانساماں خود سوپ پکاتے ہیں اور سب کو پلاتے ہیں مگر خود نہیں پیتے، تو امت کو فائدہ پہنچانے والو! خود بھی عمل کرو ورنہ خانساماں کی مثال ہو گے جو سب کو سوپ پلا کر تگڑا کر رہا ہے مگر ظالم خود نہیں پیتا، خود بھوکا مر رہا ہے۔

تو شیخ کے پاس علم میں اضافہ کی نیت سے مت رہو کیوں کہ تکرارِ علم کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ سب تو میرا سُنا ہوا ہے، سَمِعۡنَا تو ہوا مگر اَطَعۡنَا نہیں ہوا، اللہ کے یہاں وہ سَمِعۡنَا قبول ہے جس پر اَطَعۡنَا کی توفیق ہوئی ہے ورنہ کفار سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا [۱۱] کرتے تھے یعنی سُن تو لیا مگر اس کو مانتے نہیں۔ اس لیے آج میرے قلب میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ [۱۲] میرے خاص مقبولین بندوں کی شان یہ ہے کہ وہ فیضانِ نبوت پر فدا ہیں، فیضانِ نبوت کو پا رہے ہیں اور عطائے فیضانِ نبوت سے مالامال ہیں، میں ان کے قلب میں ہر وقت مراد رہتا ہوں اور وہ ہر وقت میرے مرید رہتے ہیں۔ آپ نے آج مقبولین کی تعریف سن لی کہ ان کا ہر لمحۂ حیات ہمارا مرید ہے، میں ہر سانس میں ان کا مراد ہوں، ان کی کسی سانس کا میری نافرمانی میں مشغول ہو کر ایک لمحہ کو بھی یُرِیۡدُوۡنَ کے دائرے سے خروج نہیں ہوتا، یہ ہیں اولیائے صدیقین جو ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔ اس کے لیے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے، بزرگوں کے پاس رہنا پڑتا ہے، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اپنا گھر چھوڑنا پڑتا ہے، دیکھو! اتنے آدمی گھر چھوڑ کر آئے ہیں یا نہیں؟ اور آج میں نے یہی دعا کی کہ یا اللہ! اختر بھی بے وطن ہے، میرے احباب بھی بے وطن ہیں، بال بچوں اور

[۱۱] النسآء:۴۶

[۱۲] الانعام:۵۲

کاروبار سے دور ہیں، آپ ہمیں محروم نہ فرمائیے، آپ کی مخلوق سمندر ہمارے سامنے ہے، اپنی اس خلاّقیتِ عظمٰی کے صدقے میں ہم سب کو اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے جس کے آگے ولایت ختم ہے وہاں تک پہنچا دیجیے۔

راہِ سلوک میں مجاہدہ

میں اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ یہ راستہ مجاہدہ کا ہے، خدا گھر بیٹھے نہیں ملتا، اس کے لیے رگڑے کھانے پڑتے ہیں، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم انڈیا سے کراچی ایئرپورٹ پر آئے، ہم لوگوں نے کوشش کی مگر کچھ قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ان کو کراچی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی، پھر دوسرے دن اجازت مل گئی مگر ایک رات حضرت کو ایئرپورٹ پر رہنا پڑا، سب لوگ میرے شیخ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مگر میں نے کہا کہ میرا شیخ تو بے گھر ہے اور تو اپنے گھر جاکر سوئے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ میرا شیخ تو اپنے بال بچوں سے دور میرے ملک میں آیا ہوا ہے اور میں گھر جاکر سوجاؤں، تو میں نے گھر پر فون کر دیا کہ جہاں میرا شیخ ہے میں اللہ کے راستے میں وہیں سوؤں گا۔ جس کی جتنی قربانی ہوتی ہے اتنی ہی اُس پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے۔ پھر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ ہوائی جہاز کی بار بار جو لینڈنگ ہو رہی ہے اس کے شور و غل کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آرہی، حضرت نے فوراً اپنا بکس کھولا، اس میں سے روئی نکالی اور کہا کہ روئی کان میں لگا لو۔ دیکھو! اللہ والے ہمیں دنیا کا آرام بھی سکھاتے ہیں ورنہ شیخ کے ذمہ یہ تھوڑی ہے کہ ہوائی جہاز کی آواز کو کمزور کر دے، اس کے ذمہ یہ فرض نہیں ہے کہ مریدوں کی نیند کا انتظام بھی کرے۔ تو حضرت نے روئی دی اور کہا کہ کان میں لگالو، ہمارے تو ذہن میں بھی یہ بات نہیں تھی، پھر اس کے بعد ہم کو نیند آگئی الحمد للہ!

حدیث پاک میں ہے اَلَا اِنَّ سِلۡعَةَ اللهِ غَالِيَةٌ[۱۳] اللہ کا سودا سستا نہیں ہے۔ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ گھر بیٹھے خدا مل جائے گا تو اللہ کا سودا بہت مہنگا ہے، دونوں جہاں سے زیادہ قیمتی

---

[۱۳] سنن الترمذی: ۲/۱۷، باب ما جاء فی صفة اوانی الحوض، ایچ ایم سعید

ہے، وہ اگر جان دینے پر بھی مل جائے تو بھی سستا سودا ہے۔

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

اللہ تعالیٰ کے قرب کی دولت جان دینے پر بھی ہمارے لیے ارزاں ہے۔ ایک غلام خالق پر فدا ہے، اس کے ساتھ اللہ ہے، جس کے ساتھ اللہ ہو اس کی قیمت کا کیا اندازہ کرسکتے ہو۔

(سمندر کے کنارے دیگر ملفوظات)

اصل میں میرا ذوق یہی ہے، میں یہی زندگی پسند کرتا ہوں، میں پھولپور میں بھی جب حضرت سو جاتے تھے تو وہاں جنگل میں ایک چھوٹا سا دریا تھا وہاں جاکر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا تھا، وہاں اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن میں سفید چادر اوڑھے لیٹا تھا کہ مجھے دیکھ کر ایک چرواہا ڈر گیا، وہ سمجھا کہ کوئی مردہ ہے، اس نے زور سے کہا یا جبرئیل اور اپنی گائے وغیرہ لے کر بھاگا، اس کا یا جبرئیل کہنا مجھے اب تک یاد ہے۔ آہ! کیا کہیں بس یہی دل چاہتا ہے کہ ہر وقت اللہ کے عاشقوں کی جماعت ساتھ ہو۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

اللہ تعالیٰ نے آج میرے اشعار کی عملی شکل دکھادی، میرے اشعار کی ظاہری حسّی صورت نظر آگئی کہ اللہ نے اپنے عاشقوں میں جینا اور مرنا نصیب فرمایا حالاں کہ اس شعر کو کہے ہوئے بیس سال ہوگئے ہیں مگر اللہ نے میری مراد پوری فرمادی کہ خدا کے عاشقوں کی جماعت میرے ساتھ ہو اور اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو اور نافرمانی کی دور دور تک کوئی صورت نہ ہو، نافرمانی کے اسباب دور دور تک نہ ہوں کیوں کہ اسبابِ نافرمانی سے دوری بھی فرض ہے۔ اس کی دلیل کیا ہے؟ دلیل بھی سنیں، تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا [۱۴] اللہ کی حدود یعنی اللہ کی نافرمانی کے قریب بھی نہ رہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں سمندر ہے، سب اپنے لوگ ہیں، کوئی غیر نہیں ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ لَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ، اے اللہ! آپ کا احسان و کرم

[۱۴] البقرة:۱۸۷

ہے جو ہم ایسے جغرافیے میں ہیں، جو ایسے جغرافیے میں رہے گا ان شاء اللہ اس کی تاریخ بھی روشن ہو جائے گی کیوں کہ تاریخ جغرافیے کے تابع ہے، اگر جغرافیہ گندا ہے تو تاریخ بھی گندی ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیا جغرافیہ دیا ہے، کیا اولیاء اللہ کا جغرافیہ معمولی جغرافیہ ہے؟ اولیاء اللہ کا جغرافیہ پڑھنے سے لوگ اولیاء اللہ ہو جاتے ہیں، مجھے تو اتنا مزہ آرہا ہے، اتنا مزہ آرہا ہے کہ یہاں سے جانے کو دل نہیں چاہتا مگر جاؤں گا کیوں کہ جانا ضروری ہے، وہاں کراچی میں میرا مدرسہ ہے جہاں دین کا کام ہو رہا ہے، مگر یہاں اتنا مزہ آرہا ہے کہ جی چاہتا ہے بس یہیں رہوں، اللہ کرے مجھے دنیا میں ایسی جگہ خانقاہ مل جائے جہاں اللہ کا کوئی نافرمان نہ رہتا ہو بس خدا کے عاشقوں کی جماعت ہو اور سمندر سامنے ہو، اللہ سے یہ میری دعا ہے اور اس دعا کے ساتھ ایک دعا اور بھی ہے کہ ایک ہی جگہ نہ رہوں، سارے عالم میں چلتا پھرتا رہوں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ یا اللہ! میری امت کے عالموں کا رزق پھیلا دے، ایک جگہ نہ رکھ، ورنہ اگر ایک ہی جگہ رزق کھاتے رہیں گے تو سارے عالم میں دین کیسے پھیلے گا، لہٰذا ان کا رزق سارے عالم میں پھیلا دے تاکہ یہ جہاں اپنے پیٹ کا رزق کھائیں وہیں ان کی تقریر سے میرے دین کی اشاعت بھی ہوتی رہے۔

اہل اللہ کی صحبت کے ثمرات

ایک ساعت اہل اللہ کے ساتھ رہنا ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور اپنے شیخ اور مربی کے ساتھ ایک ساعت رہنا دس کروڑ سال سے بھی زیادہ افضل ہے کیوں کہ ساری دنیا کے اہل اللہ کی محبت اور عظمت سر آنکھوں پر مگر اپنے شیخ کی بات ہی کچھ اور ہے۔ جو اپنے شیخ کے ساتھ رہتا ہے وہ سنتِ صحابہ کا دور تازہ کرتا ہے۔ جب ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ اپنے دینی مربی کے ساتھ کس طرح بے وطن یہاں سمندر کے کنارے پر ہیں تو صحابہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا محبت رہی ہوگی، یہ تو اس کا معمولی سا نمونہ ہے۔ اس زمانے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ہم ان کی محبت میں دربدر پھرتے ہیں۔

پھرتا ہوں دل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

یہ میرا ہی شعر ہے۔ اللہ والا چمن یعنی شہر میں رہے تب بھی اور جنگل میں سمندر کے کنارے رہے تب بھی اس کے دل میں اللہ کی محبت کا جو درد ہوتا ہے وہ اس درد کو سارے عالم میں تقسیم کرتا ہے مگر قسمت والے ہی اسے پاتے ہیں کیوں کہ بارش سے جب موتی بننا ہوتا ہے تو اس کے دو سبب ہوتے ہیں: نمبر ایک۔ اللہ کی مشیت و ارادہ اور نمبر دو۔ اس قطرہ میں بھی ارادہ ہو کہ مجھے موتی بننا ہے۔ آسمان سے جو بارش ہوتی ہے اس کے قطرات خالق آسمان کی مشیتِ الٰہیہ اور ارادۂ خداوندی کو ساتھ رکھتے ہیں، پھر سیپ کو حکم ہوتا ہے کہ تو منہ کھول دے میں تیرے اندر موتی پیدا کرنا چاہتا ہوں، سیپ کا منہ کھل جاتا ہے، قطرہ اس کے منہ میں آتا ہے اور موتی بن جاتا ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا موتی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے شیخ کے الفاظ میں تاثیر اور مشیتِ الٰہیہ اور ارادۂ خداوندی شامل رکھتے ہیں، پھر جس کے دل میں اللہ اپنی محبت کا موتی بنانا چاہتا ہے اس کے قلب کو الہام کرتا ہے کہ منہ کھول، پھر وہ الفاظ اس کے دل میں جا کر موتی بن جاتے ہیں۔ اور یہ موتی کیا ہے؟ نسبت مع اللہ۔ اللہ سے تعلق علیٰ سطح الولایت، اولیاء اللہ والا ایمان، اللہ کے دوستوں والا ایمان اس کو نصیب ہو جاتا ہے۔

حصولِ ایمانِ کامل کے لیے طلبِ رحمتِ الٰہیہ

اس لیے اللہ سے دونوں چیزیں مانگو، اس کی مشیت بھی مانگو اور فضلِ رحمانی بھی مانگو وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ[۱۵] آدمی تین چیزوں سے ولی اللہ بنتا ہے: نمبر ۱۔ رحمتِ الٰہیہ، نمبر ۲۔ فضل خداوندی، نمبر ۳۔ مشیت خداوندی۔

لذّتِ نامِ خدا بقدرِ مجاہدہ عطا ہوتی ہے

جب آفتاب نکلتا ہے تو کیا ستارے نظر آتے ہیں؟ جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق عطا ہوتا ہے تو سلاطین کے تخت و تاج اس کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ جب سید سلیمان ندوی

۱۵؎ النور: ۲۱

رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو خواجہ صاحب نے کہا کہ اب تو خانقاہ چمک جائے گی کیوں کہ مشرقِ وسطیٰ میں علامہ سید سلیمان ندوی کے علمی کارناموں کا غلغلہ مچا ہوا تھا، وہ مِڈل ایسٹ یعنی مشرقِ وسطیٰ میں نامور تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! کیا سید سلیمان ندوی کے مرید ہونے سے میری عزت ہوگی؟ اشرف علی کی عزت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، پھر حضرت نے جوش میں آکر فرمایا اگر سارے عالم کے بادشاہ مسلمان ہو کر مجھ سے مرید ہو جائیں تو بھی اشرف علی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہے اس میں ایک اعشاریہ بڑائی نہیں آئے گی۔ اللہ والے بہت بڑی نعمت ہیں، لوگ سمجھتے نہیں، پہچانتے نہیں، اور یہ چیز سمجھانے کی نہیں ہے، اگر کوئی پوچھے کہ اللہ کی محبت، ولایت اور اللہ کی دوستی سے دل میں کیا مزہ آتا ہے تو کوئی بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کو بتا نہیں سکتا اور اس کی دلیل کتنی عمدہ ہے کہ دنیا محدود ہے، جب محدود لذّت کی تعبیر کے لیے محدود لغت کافی نہیں ہوتی تو حق تعالیٰ کی غیر محدود ذات کی لذّت غیر محدود اور بے مثل کی تعبیر محدود لغت سے کیسے بیان کی جاسکتی ہے؟

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۱۶] میں نکرہ تحت النفی ہے اور اِنَّ النَّکِرَۃَ اِذَا وَقَعَتْ تَحْتَ النَّفْیِ تُفِیْدُ الْعُمُوْمَ، جب نکرہ پر نفی داخل ہوتی ہے تو عموم کو مفید ہوتی ہے، لہٰذا جب اللہ کی ذات بے مثل ہے تو ان کی لذّتِ یاد بھی بے مثل ہے، حوریں بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہیں ہیں۔ جنت کی حوریں بھی اللہ کی یاد کی لذّت کی مثل نہیں ہوسکتیں کیوں کہ حوریں حادث ہیں اور اللہ کی ذات قدیم اور واجب الوجود ہے، بے مثل ہے، اللہ کے نام میں جو مزہ ہے دونوں جہاں میں نہیں ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے نہیں سمجھو گے، دنیاوی مثال سے بات جلد سمجھ میں آتی ہے، پھر فرمایا کہ دیکھو! ایک لڑکی نے دوسری لڑکی سے پوچھا کہ سنا ہے بہن تمہاری شادی ہوگئی ہے؟ تو لڑکی نے کہا کہ ہاں بہن شادی تو ہوگئی۔ کہا کہ تم کو کیا مزہ ملا، ذرا ہمیں بھی بتاؤ۔ تو اس نے کہا جب تیرا بھی بیاہ ہووے گا تب تجھے مجا (مزہ) معلوم ہووے گا۔ آہ دوستو! ہنسنے کی تو بات ہے مگر میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ کیا اس

[۱۶] الاخلاص:۴

مزے کے لیے لغت میں کوئی لفظ ہے؟

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

میرے گلستان کو دیکھ کر میری بہار کا تھوڑا سا تصور کر سکتے ہو۔ اللہ والوں کے دل میں جب خدا آتا ہے تو اس کا مزہ ان کا دل ہی جانتا ہے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور

بس اِک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں لذّت رکھی ہے اور ہر شخص کے مجاہدہ اور قربانی کی مقدار کے مطابق اسے اپنے قرب کی لذّت عطا فرمائی ہے۔

آیت فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ کی ایک منفرد شرح

اسی لیے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ[۱۷] تم ہمیں یاد کرو ہم تمہیں یاد کریں گے۔ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ فَاذۡکُرُوۡنِیۡ بِالۡاِطَاعَۃِ تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ اَذۡکُرۡکُمۡ بِالۡعِنَایَۃِ[۱۸] تو ہم تم کو یاد کریں گے اپنی مہربانی کے ساتھ۔

اس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا ہے کہ جو نماز، روزہ، حج اور تلاوت کا جتنا مزہ لے گا، ہماری اطاعت کا جتنا مزہ لے گا ہم اس کے بقدر اس پر عنایت کریں گے۔ لیکن وہ عبادت جو گناہوں سے بچنے کی مشقت اور مجاہدہ اٹھانے کی ہے وہ مائنس (minus) تار یعنی منفی تار کہلاتی ہے، اور نماز روزہ، حج، عمرہ وغیرہ کی عبادت پلس (plus) تار یعنی مثبت تار کہلاتی ہے، جب تک پلس اور مائنس دونوں کی وائرنگ نہ ہو بلب میں روشنی پیدا نہیں ہو سکتی۔

---

[۱۷] البقرۃ:۱۵۲

[۱۸] روح المعانی:۱۹/۲، البقرۃ (۱۵۲)، دار احیاء التراث، بیروت

اگر اللہ کی رحمت کا چراغ اور آفتاب اور روشنی چاہتے ہو تو نظر کی حفاظت کرو، گناہوں سے بھی بچو، منفی وائرنگ بھی لگاؤ، خالی پلس وائرنگ سے روشنی نہیں آئے گی، حج و عمرہ اور تلاوت و تسبیح جو کرتے ہو تو یہ پلس وائرنگ ہے، صرف مثبت تار سے روشنی نہیں پیدا ہوگی، مائنس وائرنگ بھی کرنی پڑے گی کہ جن چیزوں کو ہم نے حرام قرار دیا ہے تم ان کو چھوڑ کر اپنی رغبتِ شدیدہ کے باوجود غم اٹھا کر میری فرماں برداری کرو، حفاظتِ نظر کرو۔

نہ کالی کو دیکھ نہ گوری کو دیکھ
اسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

جس نے ان مٹی کے جسموں کو کلر یعنی رنگ دیا ہے اس خالق خاک کو دیکھو کہ خاک کو کتنا رنگین بنا دیا کہ بڑے بڑے عقلمند پاگل ہو جاتے ہیں۔ دیکھو! یہ حج، عمرہ، تلاوت اور یہ جنگل میں جو وعظ ہو رہا ہے اس میں جو مزہ آرہا ہے تو یہ عبادت کیسی ہے؟ یہ عبادتِ مثبتہ ہے۔ یہ ممزوج بالحلاوۃ ہے، ممزوج بالعیش ہے لیکن جب کوئی حسین سامنے آجائے پھر نظر بچاؤ تو ہم تم کو حلاوتِ ایمانی بھی دیں گے کیوں کہ تم نے اپنی آنکھوں کی حلاوت مجھ پر فدا کی تو حلاوتِ بصارت کے مقابلے میں ہم تم کو حلاوتِ بصیرت عطا کریں گے کیوں کہ عبادتِ مثبتہ کے ساتھ ساتھ تم نے عبادتِ منفیہ بھی کی ہے جو ممزوج بالالم ہے بلکہ بلاآلام ہے، تم کتنی تکلیفیں اٹھا رہے ہو، ایئر ہوسٹس سامنے ہے مگر تم نظر نیچی کر کے چائے مانگتے ہو، تمہاری جو یہ ٹی ہے جو تم نے نظر بچا کے مانگی ہے یہ گارنٹی ہے کہ تم متقی ہو، تمہارے ٹی مانگنے کا انداز کہ نظر نیچی کر کے کہا کہ چائے لے آؤ، تو یہ ٹی جو ہے یہ ٹی گارنٹی ہے کہ تم متقی ہو اور اگر آنکھ میں آنکھ ملا کر مسکرا بھی رہے ہیں اور سر بھی ہلا رہے ہیں، **يُحَرِّكُ رَأْسَهٗ وَيَتَبَسَّمُ وَجْهُهٗ** چہرہ مسکرا رہا ہے اور سر ہلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ذرا جلدی سے چائے لے آؤ اور آئی سی بھی کہہ رہے ہیں، اسے دیکھ بھی رہے ہیں، کیا ایسا شخص متقی ہو سکتا ہے؟

مہربانی بقدرِ قربانی

تو اللہ تعالیٰ کا جو **اَذْكُرْكُمْ** ہے، جو عبادت، جو ذکر ممزوج بالالم ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت بھی کمّاً وکیفاً زیادہ ہوتی ہے لہٰذا جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں ان کے قلب میں دردِ دل

اور اللہ کی محبت کی مٹھاس ہوتی ہے، ان کی تقریر کی لذّت کا اور عالم ہوتا ہے۔ تو فَاذْكُرُوْنِیْ بِالْاِطَاعَۃِ تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ، جیسی تمہاری اطاعت ہوگی ویسا ہی ہمارا اَذْكُرْكُمْ ہوگا، جیسا تمہارا فَاذْكُرُوْنِیْ ہوگا ویسا ہمارا اَذْكُرْكُمْ ہوگا۔ اگر تم نے عبادت میں مزہ پایا، ماشاء اللہ جیسا یہ ماحول ہے تو اس کی بھی ہم تم کو جزاء دیں گے اور اپنی عنایت سے تم کو محروم نہیں کریں گے لیکن راستہ چلتے ہوئے یا ہوائی جہاز پر اور ان حسینوں سے جن کو ہم نے فتنہ اور امتحان بنایا ہے ان مٹی کے نقش و نگاروں سے تم نے نظر بچا کر دل پر زخم اٹھایا تو یہاں ہمارا اَذْكُرْكُمْ دوسرے رنگ کا ہوگا، نماز کے اندر ہمارا اَذْكُرْكُمْ تمہارے فَاذْكُرُوْنِیْ کے مطابق تو ہے، حج عمرہ میں بھی ہے لیکن جب نظر بچا کر غم اٹھاؤ گے تو ہمارے اَذْكُرْكُمْ کی کیفیت اور ہو جائے گی کیوں کہ تم نے ہمارے لیے غم اٹھایا ہے، یہ وہ غم ہے جو میرے راستے کا غم ہے، یہ غم سارے عالم کی خوشیوں سے افضل ہے۔ اگر میرے راستے میں ایک چھوٹا سا کانٹا تم نے برداشت کر لیا تو سارے عالم کی خوشیاں میرے راستے کے اس کانٹے کو سلامِ احترامی پیش کریں تو بھی اس کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

آج اس جنگل میں یہ مضمون عطا ہوا کہ ہر شخص کا فَاذْكُرُوْنِیْ الگ ہے اور ہر شخص کے ساتھ میرا اَذْكُرْكُمْ الگ ہے۔ جس کا جتنا مجاہدہ ہوگا، جو میری راہ میں جتنا غم اٹھائے گا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔

سلطان ابراہیم ابنِ ادہم کی قربانی

جب سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ چھوڑی تو ان کے لیے جنت سے ایسا کھانا آیا کہ سارا جنگل اس کی خوشبو سے مہک گیا، اسی جنگل میں دس سال سے ایک مجذوب رہ رہا تھا، اس نے کہا تھا کہ اے خدا! چٹنی روٹی دے دیں تاکہ جنگل سے گھاس کھود کر بازار جا کر بیچنے میں جتنا وقت لگتا ہے اتنا وقت آپ کی یاد میں گزاروں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا چٹنی روٹی ملتی رہے گی، وہ دس سال سے چٹنی روٹی کھا رہا تھا اور عبادت کر رہا تھا۔ جب سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سلطنت چھوڑ کر اس جنگل میں گئے تو جنگل میں جنت سے بریانی آئی اور اس کی خوشبو سے پورا جنگل مہک گیا۔ میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب

دامت برکاتہم اس کے راوی ہیں کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم اتنے بڑے شخص ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو گزرتے دیکھا تو پوچھا کہ اے جبرئیل تم کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ روئے زمین کے سب اولیاء اللہ کا نام ایک رجسٹر میں درج کرلوں، حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل! جب سارے اولیاء اللہ کے نام لکھ لینا تو آخر میں میرا نام بھی لکھ لینا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سلطان ابراہیم ابن ادہم کا نام سب سے پہلے لکھنا۔

تو اس مجذوب نے کہا کہ یا اللہ! میں دس سال سے آپ کا دیوانہ ہوں اور آپ مجھ کو چٹنی روٹی کھلا رہے ہیں اور ایک نیا دیوانہ آیا ہے اس کو آپ نے بریانی بھیج دی، وہ مجذوب سادہ آدمی تھا، اس کا یہ مدعا سادگی کی وجہ سے تھا، بغاوت اور نافرمانی پر مبنی نہیں تھا، بھول پن اور سادہ پن تھا، مجذوب سیدھے سادے ہوتے ہیں، یہ سوال انکار یہ نہیں تھا، اقرار یہ تھا یعنی ہمیں اقرار ہے کہ آپ کا جو حکم ہے وہ سب حکمت پر مبنی ہے، میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں دس سال سے آپ کا عاشق ہوں مجھے چٹنی روٹی دی اور یہ جنگل میں کل آیا ہے اور اس کو بریانی دی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ تم نے مجھ پر بارہ آنہ فدا کیے، چار آنے کا کھرپا اور آٹھ آنے کا گھاس رکھنے کا برتن، اور یہ جو کل جنگل میں آیا ہے اس نے مجھ پر سلطنت فدا کی ہے، وزیروں کی سلامی، فوج کا گارڈ آف آنر، بریانی، کباب، موبائل اور موبل آئل سب چھوڑ کر آیا ہے، جیسی جس کی قربانی ویسی اللہ کی مہربانی۔

نظر بچانے کے لیے لذّتِ بصارت کی قربانی

جو لوگ غم اٹھاتے ہیں، ایئر ہوسٹسوں سے نظر بچاتے ہیں، سڑکوں پر ہر سانس اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں جن کی ہر سانس غم زدہ ہے، حسرت زدہ ہے، زخم زدہ ہے۔ جو دریائے خون بہا رہا ہے اس کے دل میں معمولی مجاہدہ نہیں ہے، دریائے خون کا بہانا یہ معمولی مجاہدہ نہیں ہے، اس دریائے خون کو حاسد لاکھ چھپائے کہ اس پیر کے پاس مت جاؤ، اس کی اتنی غیبت کرو کہ اس پیر سے کوئی مرید ہی نہ ہو۔ اس پر میرا شعر سنو ؎

ایک قطرہ اگر ہوتا تو وہ چھپ بھی جاتا

کس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

دریائے خون کو مٹی کیسے چھپاسکتی ہے۔ اے حاسدین! تمہاری مٹیاں دریائے خون کو کیسے چھپاسکتی ہیں۔ کبھی تڑپتے ہوئے دل سے سجدہ میں اللہ سے رولو کہ یا اللہ! قیامت کے دن رُسوا نہ فرمانا، معافی مانگ لو، ان شاء اللہ دیکھو پھر کیا ملتا ہے، آپ کو دل میں پتا چل جائے گا کہ میری معافی ہوگئی، دل میں ٹھنڈک آجائے گی، دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ میں نے تم کو معاف کردیا مگر اس آواز میں حروف نہیں ہوں گے، اللہ کی آواز محتاجِ حروف نہیں ہے، بس دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اطمینان اور سکینہ نازل ہو جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کو ہم پر رحم آگیا۔ اس پر میرا شعر دیکھو کتنا عمدہ ہے ؎

زمینِ سجدہ پر اُن کی نگاہ کا عالم

برس گیا جو برستا تھا مرا خونِ جگر

ایک جغرافیہ سوچو کہ ایک بندہ سمندر کے کنارے ہے، وہاں اور کوئی نہیں ہے، بس آسمان ہے اور وہ ہے، اس وقت وہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود

راز را غیرِ خدا محرم نبود

میری آہ کا آسمان کے سوا کوئی ساتھی نہیں ہے اور میری محبت کے راز کا سوائے اللہ کے کسی کو علم نہیں ہے۔ وہ بندہ اکیلا رو رہا ہے اور اس زمین پر اُس کے آنسو گر رہے ہیں، تو اللہ کو اس پر کتنا پیار آئے گا۔ اگر بچہ رو رہا ہو تو باپ بچے کے آنسوؤں کو بھی پیار کرلیتا ہے۔

امام احمد ابن حنبل کی قربانی

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اس کرتے کو جس میں انہیں کوڑے مارے گئے تھے منگوایا، **فَغَسَلَهُ الشَّافِعِيُّ فَشَرِبَ مَاءَهٗ** استاد نے اس کرتے کو دھویا اور اس کا پانی پی لیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگرد

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی جنہیں اللہ کے راستے میں کوڑے مارے گئے تھے اتنی قدر کی کہ ان کے کرتے کو دھو کر اس کا پانی پیا وَ ھٰذَا مِنْ اَجَلِّ مَنَاقِبِ اِمَامِ اَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى یہ امام حنبل کے اجل مناقب میں سے ہے کہ استاد اپنے شاگرد کا کرتا دھو کر اس کا پانی پی لے۔ یہ تو مخلوق کی رحمت ہے، حق تعالیٰ کی رحمت اپنے عاشقوں کے اشکِ ندامت کو کس طرح پیار کرتی ہے، اس پر میرا شعر دیکھو ؎

زمین سجدہ پر ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برستا تھا مرا خونِ جگر

راہِ خدا میں خرچ کی فضیلت

اسم موصول بلاغت کے لیے آتا ہے، جیسے قرآن پاک میں ہے یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا[۱۹] خوب خرچ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں کیا کہ وہ کتنا خرچ کرتے ہیں، وہ اللہ کے راستے میں اتنا خرچ کرتے ہیں کہ اللہ نے اس کو اسم موصول سے بیان کر دیا کہ دیتے ہیں جو دیتے ہیں۔ آہ! کیا بلاغت ہے۔ ایسے ہی میرے اس شعر کو دیکھو ؎

برس گیا جو برستا تھا مرا خونِ جگر

یہ آنسو جگر کا خون ہوتے ہیں جو اللہ کی محبت اور خوف سے پانی ہو جاتے ہیں، ان کا ایک ایک قطرہ جہنم سے نجات کی ضمانت ہے۔ اللہ کے راستے کا آنسو، خوف کا آنسو ہو یا محبت کا آنسو ہو، اللہ کی مغفرت اور رحمت کی ضمانت ہے، اپنے چہرے پر جہاں جہاں بھی ہو سکے اس آنسو کو مَل لو اور خوب پھیلا لو، ان شاء اللہ جہنم کی آگ وہاں نہیں لگے گی۔

غیر اللہ کو مراد بنانے والا نامرادِ سلوک ہے

آج مجھے ماریشس کے سمندر کے کنارے جنگل میں ایک نیا مضمون عطا ہوا کہ میرے عاشق وہی ہیں جو یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہیں، جن کا ہر لمحہ میں ہی مراد ہوں، حالاً و استقبالاً،

---

[۱۹] المؤمنون:۶۰

آیندہ بھی ان کا یہی عزم ہے کہ اپنے اللہ کو ناراض نہیں کروں گا، جان دے دوں گا مگر مالک کو ناراض نہیں کروں گا۔ اللہ کے عاشقوں کی یہ شان ہے کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ وہ ہم کو یاد بھی کرتے ہیں اور اپنی مراد بھی ہم ہی کو بناتے ہیں۔ بعض لوگ ہم کو یاد تو کرتے ہیں یعنی نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، ذکر بھی کرتے ہیں، قرآن و حدیث بھی پڑھاتے ہیں، دارالعلوم بھی کھولتے ہیں، فتویٰ بھی دیتے ہیں لیکن کبھی کبھی میرے علاوہ غیروں کو بھی اپنا مراد بناتے ہیں، غیر اللہ پر بھی نظر ڈالتے ہیں، اس وقت ہم ان کے قلب میں مراد نہیں ہوتے، وہ اس وقت میرا مرید نہیں ہوتا کیوں کہ اس کے دل میں میں مراد نہیں ہوں، یہ ظالم اس وقت مجھ سے نامراد ہے اور غیر اللہ کو مراد بنائے ہوئے ہے، میرا نامراد اور غیر اللہ کا بامراد ہے، غیروں کو دیکھ رہا ہے اور اس کو یہ پتا نہیں ہے کہ یہ جہاں دیکھ رہا ہے میں بھی اس ظالم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔ جس چیز کو ہم نے حرام کردیا اسی کو دیکھ رہا ہے۔ کھلاتا میں ہوں، نمک میرا کھاتا ہے اور دیکھتا دوسروں کو ہے، نمک حرامی کرتا ہے، مرنے والوں کا نمک چکھتا ہے اور میرے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[۲۰] کے قانون کو توڑتا ہے، یعنی نظروں کی حفاظت نہیں کرتا، اس ظالم کو اپنا دل توڑنے کی ہمت نہیں ہورہی ہے کہ اپنا دل توڑ دے مگر میرا قانون نہ توڑے، میرا قانون توڑ کر، غَضِّ بَصَر کا حکم توڑ کر اپنا دل توڑنے کی بجائے اپنے دل کو سلامت رکھتا ہے اور میرے قانون کو توڑتا ہے، یہ کیسا عاشق ہے؟ یہ عاشق نہیں ہے، فاسق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے بارے میں فرماتے ہیں جن پر کافروں نے بلاوجہ ظلم کیا کہ میرے ان بندوں کا قصور کیا تھا:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾[۲۱]

ہمارے مسلمان بندوں کو جو آگ میں ڈالا جارہا ہے تو ان کا کوئی قصور نہیں تھا، وَمَا نَقَمُوْا ان میں کوئی عیب نہیں تھا، اِلَّآ مگر ایک جرم تھا، اَنْ يُّؤْمِنُوْا یہ مجھ پر ایمان لائے تھے۔ اللہ نے یہاں اپنے عاشقوں کے ایمان کو جرم سے جو تعبیر کیا ہے تو یہ کیا ہے؟ یہ تاکِیْدُ

---

[۲۰] النور:۳۰

[۲۱] البروج:۸

اَلْمَدْحِ بِمَا يَشْبَهُ الذَّمُّ ہے۔ اس مقام پر میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھتے تھے ؎

حسن جب مقتل کی جانب تیغِ بُرّاں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لے چلا

عاشق اللہ پر جان دینے کے لیے دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ میرے ان بندوں میں کوئی عیب نہیں تھا، ان کا جرم بس یہ تھا کہ مجھ پر ایمان لائے تھے، کافر بدمعاش اس جرم کے بدلے میں میرے عاشقوں کو آگ میں ڈال رہے تھے۔

مولیٰ والا لیلیٰ کے حسن کا نمک چور نہیں ہوتا

تو آج یہ مضمون عطا ہوا کہ اپنے اندر عاشقوں کی علامت پیدا کرو یعنی اپنے شیخ کے بتائے ہوئے وظیفوں کو اور ذِکر کو صبح و شام پابندی سے پورا کرو، يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے رہو، کیوں کہ میں ان کے قلب میں مراد ہوں، یہ میرے مرید ہیں، ایمان والے اللہ کے مرید ہیں، ان کے قلب میں ہم مراد ہیں، یہ کبھی مجھ کو چھوڑ کر کسی غیر اللہ سے بامراد نہیں ہوتے، یہ غیر اللہ سے لگ کر میرے نامراد نہیں ہوتے، میں ان کے دل میں ہر لمحۂ حیات حالاً و استقبالاً مراد ہوں۔ تو سمجھ لو جو شخص جس وقت کسی کالی یا گوری عورت کو دیکھتا ہے یا جہاز میں ایئر ہوسٹس کو دیکھتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے اس وقت میں نامراد ہوتا ہے، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ مراد نہیں رہتے۔ کیا سورج کا ہم نشین ستاروں کو دیکھے گا؟ شیر کا دوست بندروں سے ڈرے گا؟ لہٰذا اس بات کو سمجھ لو کہ جو مولیٰ والا ہوتا ہے وہ لیلیٰ کا نمک چور نہیں ہوتا۔ بتایئے! يُرِيْدُوْنَ فعل مضارع ہے یا نہیں؟ اس میں حال اور استقبال ہے یا نہیں؟ تو يُرِيْدُوْنَ کا مطلب یہ ہوا کہ میرے یہ بندے اپنے دل میں ہم کو ہر وقت اپنا مراد بناتے ہیں، ایک لمحہ کو بھی یہ اپنے قلب سے ہماری مرادیت سے محروم نہیں رہتے اور ہر لمحہ اپنی آنکھ سے، اپنے کان سے مجھے اپنے قلب میں مراد رکھتے ہیں اور ان کا قالب بھی بتاتا ہے کہ میں ان کا مراد ہوں، یہ نہیں ہو سکتا کہ قلب میں تو دعویٰ کرتا ہے کہ میں

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ہوں، اللہ کی ذات میری مراد ہے اور آنکھوں سے غیر اللہ کو دیکھتا ہے، بدنظری کرتا ہے، کالی گوری کو دیکھتا ہے۔ یہ میرے ایسے عاشق ہیں کہ میں ان کے دل میں ہر وقت مراد رہتا ہوں اور اس کی شہادت ان کے قالب بھی پیش کرتے ہیں یعنی وہ **بِقُلُوْبِهٖ وَ بِقَوَالِبِهٖ** مجھ پر فدا رہتے ہیں، دل سے بھی اور جسم سے بھی، ان کے کسی صوبے سے بغاوت نہیں ہونے پاتی، ان کا دل ایسا ایمان واحسان اور اسلام ویقین کے مقام پر ہوتا ہے کہ ان کا پورا قالب ان کے کسی صوبے میں بغاوت نہیں کر سکتا، جب بادشاہ مضبوط ہوتا ہے تو کسی صوبے میں ہمت نہیں ہوتی کہ بغاوت کر جائے۔

ہم خاک نشینوں کو نہ مسند پہ بٹھاؤ
یہ عشق کی توہین ہے اعزاز نہیں ہے

عاشق کبھی طامع اکرام نہیں ہوتا، وہ تو اپنے شیخ سے یہی کہتا ہے جو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست میں کہا تھا۔

ہاں مجھے مثل کیمیاء خاک میں تو ملائے جا
شان میری گھٹائے جا رُتبہ میرا بڑھائے جا

تواضع کی حقیقت

حدیث پاک ہے **مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ**[۲۲] جس نے اللہ کے لیے تواضع اختیار کی اللہ اس کے رُتبے بلند کرے گا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفعت کو رُتبہ سے تعبیر کیا اور تواضع سے یہ مراد ہے کہ **تَوَاضَعَ لِلّٰهِ** ہونی چاہیے یعنی صرف اللہ ہی کے لیے ہونی چاہیے، اس نیت سے تواضع مت کرو کہ لوگ ہم کو کہیں گے کہ یہ بہت متواضع ہے، یہ **تَوَاضَعَ لِلّٰهِ** نہیں ہے، یہ **تَوَاضَعَ لِلْخَلْقِ** ہے، اپنے کو اللہ کے لیے مٹاؤ۔ ہم اپنی قیمت یہاں کیوں لگائیں؟ جب قیامت کا دن آئے گا اور اللہ ہم کو پاس کردے گا، رزلٹ آؤٹ کردے گا تب ہم اپنی قیمت وہاں لگائیں گے کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے، اور وہاں بھی اپنی قیمت ہم

۲۲؎ کنز العمال:۳/۱۱۲(۵۷۳۰)، باب تعدیل الاخلاق المحمودۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

نہیں لگائیں گے، اللہ کا کرم لگائے گا۔ تو جو شخص دنیا میں اپنے کو وی آئی پی سمجھتا ہے اور اپنی کوئی شان سمجھتا ہے وہ بے وقوف ہے اور بزرگوں کے فیض سے محروم ہے اور محروم رہے گا جب تک کہ اس کے دل میں اپنی وی آئی پیئیت موجود ہے کہ میں کچھ ہوں، اس وقت تک وہ محروم رہے گا۔

راہِ فنا میں صحبتِ شیخ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ ملتا ہی راہِ فنا میں ہے، مولیٰ ملتا ہی راہِ فنا میں ہے، انسان اپنے آپ کو خود فنا نہیں کر سکتا، انسان کو اس کا مربی اور شیخ فنا کرتا ہے، جب تک مرشد نہ ہو نفس فنا نہیں ہوتا۔

نفس نتواں کشت الّا ظلِ پیر
دامنِ آں نفس کش را سخت گیر

نفس کو دنیا میں کوئی چیز نہیں مٹا سکتی مگر پیر کا سایہ، اس لیے جو لوگ پیر کرنے میں دیر کرتے ہیں تو سمجھ لو ان کا نفس کشتہ نہیں ہو رہا یعنی مٹ نہیں رہا ہے لہٰذا نفس کو مٹانے والے کا دامن مضبوط پکڑ لو۔ جب میرے شیخ نے یہ شعر پڑھایا تو فرمایا کہ مرشد کا دامن سخت پکڑنے کا حکم کیوں ہے، ڈھیلا ڈھالا تعلق کافی کیوں نہیں ہے؟ اس لیے کہ جب تک شیخ چائے پلائے گا، حلوہ کھلائے گا، انڈا کھلائے گا، تو کہے گا کہ ہمارا شیخ بڑا اچھا ہے اور جس دن کسی نامناسب بات پر ڈینٹ نکالنے کے لیے ڈانٹ لگائے تو کہے گا کہ یہ تو بہت ہی جلاّدی شیخ ہے، اس کو تو بات بات پر غصہ آتا ہے، بہت کڑوا شیخ ہے، چلو کوئی دوسرا نرم قسم کا پیر تلاش کیا جائے، یہ پیر تو بڑا گرم معلوم ہوتا ہے، بڑی اکڑ فوں دکھاتا ہے، بہت ہی کڑیل ہے۔ لیکن سمجھ لو کہ شیخ اگر کڑیل ہے تو نفس بھی تو اڑیل ہے اور اڑیل نفس بغیر کڑیل شیخ کے ٹھیک نہیں ہوتا۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لائق بیٹا وہ ہے کہ ابّا ڈانٹ بھی لگائے تو بھی ابّا کو پیار کرے اور نالائق لڑکا وہ ہے کہ جب ابّا جیب خرچ دیتا ہے، وظیفہ دیتا ہے، پیسہ دیتا ہے، حلوہ کھلاتا ہے تب تو کہتا ہے کہ میرے ابّا کا کیا ہی کہنا ہے، بڑا پیارا ابّا ہے اور ابّا نے کبھی ڈانٹ لگائی کہ خبردار! تم نالائق لڑکوں کے ساتھ مت رہو اور ایک طمانچہ بھی لگا دیا تب اپنے

دوستوں سے کہتا ہے کہ یار ابّا کیا ہے، کتے کی طرح بھونکتا ہے اس کی شکل تو دیکھو کہ غصے میں کیسے منہ بنائے ہوئے ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون ہے کہ یہ لائق بیٹا نہیں ہے۔ دنیاوی عشق میں تو غالبؔ کہتا ہے کہ ؎

اُن کو آتا ہے پیار پہ غصہ
مجھ کو غصے پہ پیار آتا ہے

لیلیٰ والی محبت شیخ سے کیوں نہیں کرتے ہو؟ اس کے غصے پر بھی تم کو مزہ آنا چاہیے۔

خدا کو مراد بنانے کے لیے غیر اللہ سے جان چھڑانا ضروری ہے

یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ جو اللہ کا ارادہ کرتے ہیں وہ اللہ کے مرید ہیں، جو اللہ کو مراد بنالے اور غیر اللہ سے جان چھڑالے، اگر مرید غیر اللہ سے جان نہیں چھڑاتا تو وہ مرید مولیٰ نہیں ہے، مریدِ نفس ہے، وہ اللہ کی ذات کا مرید نہیں ہے، اگر اللہ کی ذات کا مرید ہوتا تو اب تک مراد پاجاتا، اس کے دل میں بتوں کی گندگیاں اور غلاظتیں پنہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰىہُ [۲۳] جو لوگ اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں وہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتے، یہ سب باگڑ بلّے لوگ ہیں، اللہ اس ہی کو ملتا ہے جو غیر اللہ سے اپنی جان کو پاک کردیتا ہے اور ان سے بچنے میں جان کی بازی لگادیتا ہے، جو جان لڑادیتا ہے وہ جان چھڑالیتا ہے اور جو جان لڑانے میں ہمت چور ہوتا ہے جیسے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا نام بعض اہل ذوق نے رکھا ہے ”کام چور نوالہ حاضر“ جب حسین اور نمکین شکلیں سامنے آئیں تو وہاں کام چور ہوگئے مگر اللہ کا رزق کھانے کے لیے پیش پیش ہیں، اس بدذوقی سے اور خباثتِ طبع سے اللہ ہم سب کو اور ہماری ذُرِّیات کو اور احباب کو پاک فرمائے۔

اللہ کی راہ میں شیرانہ زندگی گزارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ زبردست جملہ میری تائید کرتا ہے جو میں تقریباً دس برس سے پیش کررہا ہوں کہ خدا کا راستہ طے کرنا لومڑیوں کی خصلت والے لوگوں کا کام نہیں ہے لہٰذا نفس پر مردانہ وار حملہ کرو۔ استقامت

۲۳؎ الجاثیۃ:۲۳

کی تعریف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ کہ اللہ کے احکام بجالاؤ، گناہوں سے بچو اور اللہ کے راستے میں لومڑی جیسا فرار مت اختیار کرو کہ کھانے میں شیر اور جب اللہ کا حکم آیا یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کہ خبردار! نظر بچاؤ تو وہاں لومڑی بن گئے۔ وہاں خدا کیوں نہیں یاد آتا؟ یہ معمولی جرم نہیں ہے، جرم عظیم ہے، یہ شخص کسی عذاب کا منتظر ہے۔ خدائے تعالیٰ عذاب کے نزول اور انتقام سے پہلے ہی ہم سب کو توبہ نصیب فرمائے ورنہ جس کے قلب میں غیر اللہ ہو گا اس کا ایمان پر خاتمہ کیسے ہو گا؟

حفاظتِ نظر کے نسخے

نظر بچانے پر حسن خاتمہ کا وعدہ ہے۔ ملّا علی قاری لکھتے ہیں کہ حلاوتِ ایمانی ملتی ہے نظر بچانے سے اور جس کو حلاوتِ ایمانی حاصل ہو گی اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور مرقاۃ کی عبارت ہے وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَاتَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۲۴] سڑکوں پر، ایئرپورٹوں اور طیاروں پر ایئرہوسٹسوں سے نظر بچا کر حلاوتِ ایمانی حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا فیصلہ کراؤ، اور جہاں تک ہو سکے جہاز میں شیشے کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو، اس سیٹ پر نہ بیٹھو جدھر سے ایئرہوسٹس گزرتی ہے جہاں سے اس کا مرور اور عبور ہوتا ہے، اپنے سرور سے بار بار اس کو منسلک نہ کرو، دوسری طرف بیٹھو ورنہ آنے جانے میں اس کے جسم کی کچھ نہ کچھ ٹچنگ ہو جاتی ہے جو انسان کو ٹچّا بنا دیتی ہے، ہندوستان میں ٹچّا ذلیل آدمی کو کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا ٹچّا ہے، تو یہ ٹچنگ ٹچّا بنا دیتی ہے۔

آج میں نے ایک مسئلہ یہ بتایا ہے کہ جو لوگ اپنے گھریلو کام کے لیے ماسیاں رکھتے ہیں اگر کسی دن آپ کے بیوی بچے گھر میں نہ ہوں، گھر خالی ہو تو اس دن ماسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دو، یہ نہ سوچو کہ جتنی دیر میں صفائی ہو گی اتنی دیر ہم باہر بیٹھ جائیں گے۔ یاد رکھو! جو طاقت آپ کو باہر بٹھا سکتی ہے وہ طاقت آپ کو اندر بھی داخل کر سکتی ہے کیوں کہ قدرت

---

[۲۴] مرقاۃ المفاتیح:۱/۷۴، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

ضدین سے متعلق ہے، فلسفہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قدرت نام ہے ضدین کا یعنی جو نظر ڈال سکتا ہے وہ نظر ہٹا بھی سکتا ہے، جو ظالم یہ کہے کہ مجھے نظر ہٹانے کی قدرت نہیں رہتی تو وہ احمق، پاگل، بے وقوف اور انٹر نیشنل ڈونکی اینڈ منکی ہے، جب نظر ڈالنے کی قدرت ہے تو ہٹانے کی بھی قدرت ہے، یہ شخص ہمت چور ہے، نفس کی خبیث لذّتوں کا عادی ہے، نفس کی لذّت کے لیے یہ چوری کرتا ہے، اس کا نام ہمت چور ہے، لٰہذا پوری ہمت کرو، عدمِ قصدِ نظر سے نظر نہیں بچے گی، قصدِ عدمِ نظر کرو، عدمِ قصدِ نظر سے کوئی مولوی بھی نہیں بچ سکتا، شیخ بھی نہیں بچ سکتا۔ اس لیے بتارہاہوں کہ قصدِ عدمِ نظر کرو کہ یااللہ! میں نے ارادہ کرلیا کہ کسی حسین کو نہیں دیکھنا ہے، جان کی بازی لگادوں گا، دیکھتاہوں کہ یہ نفس کتی کس طرح دم اُٹھاتی ہے، اس کی دم پکڑے رہو تاکہ دم برداشتہ نہ ہونے پائے ورنہ بیساختہ دیکھوگے، ارادہ بھی نہیں ہوگا تب بھی نظر وہیں پڑے گی، نفس کا مزاج یہی ہے۔

حکیم الامت کی تحقیق ہے کہ مخلوق کے ساتھ عدمِ قصدِ ایذا کافی نہیں ہے ارادہ کرو کہ میری ذات سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، ایسے ہی عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں ہے، قصدِ عدمِ نظر کرو کہ کبھی ماسی کو گھر میں گھسنے مت دو، اعلان کردو کہ ایک ہفتہ کے لیے میرے بیوی بچے گئے ہوئے ہیں لٰہذا تم یہاں مت آنا بلکہ اپنی بیوی سے کہلادو، خود بھی بات نہ کرو، اپنی بیوی سے کہہ دو کہ ماسی سے کہہ دو کہ جب تک ہم واپس نہ آجائیں ایک ہفتہ تک مت آنا بلکہ ٹیلی فون سے معلوم کرکے آنا ورنہ جو طاقت آپ کو گھر کے باہر بٹھا سکتی ہے وہ آپ کو اندر بھی داخل کرسکتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ میرا دل تو پاک ہے، مولانا! مجھے کوئی خیال بھی نہیں آتا لیکن میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ ننگے تار کو مت پکڑو، یہ نہ کہو کہ ابھی اس میں کرنٹ نہیں ہے، کرنٹ آتے دیر نہیں لگتی، سیکنڈوں میں پاور ہاؤس سے کرنٹ آجاتا ہے، اچھا خاصا صاف ستھرا انسان، دس سال سے متقی، سیکنڈوں میں شیطان نے بہکا کر اس کا منہ کالا کرادیا۔ اس لیے کہتاہوں کہ۔

بھروسہ کچھ نہیں اس نفس امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہوجائے تو اس سے بدگماں رہنا

اگر اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا ہے تو لا الٰہ کی مضبوطی سے تکمیل کرنی پڑے گی، اِلٰہَ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہندوؤں کا بت، اس سے الحمد للہ ہم پاک ہیں، ایک ہے اپنے نفس کی بری خواہش کا بت، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی الٰہ سے تعبیر فرمایا ہے اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰىہُ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے دیکھا جو اپنی بری خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں کہ جب ان کو بری خواہش کا تقاضا ہوتا ہے تو فوراً اس پر عمل کر لیتے ہیں اور مجھ کو بھول جاتے ہیں، اس وقت ان کو اپنے رزّاق اور پالنے والا کا تصور بھی نہیں ہوتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ لہٰذا جب تک بری خواہش کے خداؤں کو نظروں سے نہیں گراؤ گے اور ان سے نظر نہیں بچاؤ گے اور ان کو دل سے نہیں نکالو گے تب تک اللہ نہیں ملے گا۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

زبان سے تو لا الٰہ کہہ رہے ہیں مگر دل میں حسین بھرے ہوئے ہیں۔ مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت کے خلیفہ تھے، فرماتے ہیں کہ میں اتنا عشق جانتا ہوں کہ زبردست عاشق مزاج ہوں۔

اسعدؔ کو عاشقی میں حاصل ہیں دستگاہیں
پہچانتا ہے ظالم ہر قسم کی نگاہیں

دستگاہی اعلیٰ مقام کو کہتے ہیں یعنی میں ماہرِ فن عشق بازی ہوں لیکن فرماتے ہیں۔

عشقِ بُتاں میں اسعدؔ کرتے ہو فکرِ راحت
دوزخ میں ڈھونڈتے ہو جنت کی خواب گاہیں

بتائیے! یہ شعر کتنا عمدہ ہے کہ حسینوں کو دیکھ کر مزے اُڑاتے ہو، دوزخ میں جنت کے مزے ڈھونڈتے ہو۔ بس یاد رکھو! غیر اللہ پر مرنے والا دوزخ کا عذاب یہیں دیکھتا ہے، اگر کسی میں ایک گناہ کی بھی عادت ہے تو وہ شخص بذاتِ خود دوزخ ہے۔

گر گرفتارِ صفاتِ بد شُدی
ہم تو دوزخ ہم عذابِ سرمدی

اگر ایک گناہ کی بھی بری عادت ہے، اس عادت کو نہ چھوڑنے کی عادت ہے۔ ذرا غور سے میری اُردو سنو! ایک بری عادت کی عادت ہے اور اس بری عادت کو نہ چھوڑنے کی عادت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہو سکتے۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور اہل تقویٰ بنادے اور اے خدا! اختر کو، اس کی ذُرِّیات کو، اس کے خاندان اور ان کی اولاد کو، میرے احباب کو اور میرے احباب کے بھی خاندان کو ایسا ایمان ویقین عطا فرمادے کہ ہم زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا رہیں اور اے خدا! ایک سانس بھی آپ کو ناخوش کرکے اپنے نفس میں حرام خوشیاں درآمد نہ کریں۔ اے اللہ! حرام خوشیوں کی خبیث عادتوں سے، کمینہ پن سے، بے غیرتی سے ہم سب کو پاک کردے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ

مومن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ﷺ ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سُنّتِ نبوی کی کرے پیروی اُمّت
طوفاں سے نکل جائیگا پھر اِس کا سفینہ

دین نام ہے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کو جاننے کا یعنی کن اعمال کی بجا آوری سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور کن باتوں پر عمل کرنے سے اللہ کی ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔ نیک اعمال پر عمل پیرا ہونے سے کہیں زیادہ مشکل کام گناہوں سے بچنا ہے، کیوں کہ امتحان کے لیے گناہوں میں انسانی طبیعت کے لیے رغبت رکھی گئی ہے۔ اہل اللہ کے قلوب جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ہر وقت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں وہ اللہ کی ناراضگی کے ایک اعشاریہ درجہ کے تصور سے بھی لرز جاتے ہیں۔ یہ وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہر وقت استحضار گناہوں سے مانع رکھتا ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ ''استحضار عظمت الٰہیہ'' جزیرہ ماریشس میں ہونے والے دو مواعظ اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جس میں حضرت اقدس نے اللہ کو راضی کرنے کے لیے گناہوں سے بچنے پر زور دیا ہے اور گناہوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے جس خاص تعلق کی ضرورت ہوتی ہے اس کے حصول کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

AW126

ناشر